کاشتکاری میں عشر کی ذمہ داری کس پر ہے؟

محترمی ومکرمی جناب مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے

''ارض متاجرہ میں عشر کس پر واجب ہے'' اس سلسلے میں جامعہ دارالعلوم کراچی کی مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کا ایک اجلاس ہوا جس میں مجلس نے یہ رائے ظاہر کی کہ اس بارے میں صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب دلائل کے اعتبار سے قوی ہے نیز فقہاء احناف میں سے بہت سے اصحاب الترجیح نے بھی صاحبین کے مسلک کو اختیار کیا ہے' اس لئے اس قول کو اختیار کرنا اقرب الی الفقہ ہے' مجلس کا طے شدہ فیصلہ ارسال خدمت ہے۔

تاہم ملحوظ کے اندر مجلس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ چونکہ عصر حاضر میں زرعی اخراجات میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے' اس لئے عام طور مستأجر کے لئے کل پیداوار کا عشر ادا کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ نیز اس مشکل کا تعلق صرف مستاجر سے نہیں بلکہ اگر کوئی شخص زمین خرید کر خود کاشت کرے تو بھی زرعی اخراجات میں بہت زیادہ اضافہ ہوجانے کی وجہ سے خود مالک زمین کے لئے بعض اوقات کل پیدوار کا عشر ادا کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ لہذا اس بات کی ضرورت ہے کہ ائمہ متبوعین کے اقوال کی روشنی میں اس مشکل کا کوئی ایسا حل تجویز کیا جائے جس کی وجہ سے ان صورتوں میں عشر کی ادائیگی آسان ہو۔

چنانچہ مطلوبہ حل کے تلاش کے لئے مجلس کا اجلاس ۹ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۸ مئی ۲۰۰۵ء کو جامعہ ہذا کے دارالافتاء میں ہوا۔ جس میں اس کے تین حل اراکین مجلس کے سامنے آئے۔

۱۔ مونۃ الارض میں کل تین طرح کے اخراجات شامل ہیں۔

الف: وہ اخراجات جو زمین کو سیراب کرنے پر ہوتے ہیں' جیسے پانی کا خرچہ

ب: وہ اخراجات جو فصل کی کاشت میں ہوتے ہیں جیسے کیڑے مار ادویات استعمال کرنا' کھاد ڈالنا وغیرہ۔

ج: وہ اخراجات جو فصل پکنے کے بعد اس کی کٹائی' صفائی اور اس کے سنبھالنے پر ہوتے ہیں' جیسے کٹائی اور تھریشر کے اخراجات وغیرہ۔

ان میں سے پہلے اخراجات کا منہا نہ ہونا تو منصوص ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ''ماسقته السماء ففیه العشر وما سقی بغرب او دالیة ففیه نصف العشر'' البتہ دوسرے اور تیسرے قسم کے اخراجات منہا کرنے پر غور ہوسکتا ہے (مالکیہ کے راجح قول کے مطابق ایسے اخراجات منہا ہوسکتے ہیں)

۲۔ جس طرح وجوب زکوۃ کے مسئلہ میں ''دین'' کو منہا کرکے بقیہ مال پر زکوۃ واجب ہوتی ہے اسی طرح

عشر کے اندر بھی دین کو منہا کر کے باقی ماندہ پیداوار کا عشر ادا کیا جائے (حنابلہ کے راجح قول کے مطابق دین مانع عشر ہے اور اس طرح کی ایک روایت امام اعظم رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے)

۳۔ وجوبِ عشر کے لئے نصاب کم از کم پانچ وسق (یعنی تقریباً پچیس من چوبیس سیر) مقرر کیا جائے۔ (یہ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے)

آپ سے گزارش ہے کہ از راہ کرم ارسال کردہ تحریر پر غور فرما کر اپنی رائے سے مطلع فرمائیں نیز اس بات سے آگاہ فرمائیں کہ کیا اخراجات میں اضافہ ہونے کی وجہ سے اداء عشر میں پیش آمدہ مشکل کے حل کے لئے درج بالا صورتوں میں سے کسی صورت کے اختیار کرنے کی واقعی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو ان میں کس قول کا اختیار کرنا حالاتِ زمانہ کے اعتبار سے اقرب الی الفقہ ہونے کے ساتھ ساتھ کاشتکاروں کے لئے باآسانی قابل عمل ہو۔

واجرکم علی اللہ تعالیٰ

(عبدالرؤف سکھروی) نائب مفتی دارالافتاء دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

کاشت کاری کے جو طریقہ کار عمومی طور پر رائج ہیں دو طرح کے ہیں۔

(۱) طریقہ بٹائی کا ہے جیسے پشتو زبان میں (برخہ) کہا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ زمین کا مالک کاشتکار کو کاشت کے لئے زمین دے دیتا ہے اور زراعت پر جتنی لاگت آتی ہے وہ دونوں کے مابین طے شدہ معاہدے (نصف یا ثلث حصے) کے مطابق تقسیم ہوتا ہے البتہ بیج کا معاملہ الگ ہے، جس بیج پر زیادہ خرچہ آتا ہو وہ دونوں کے مابین طے شدہ معاہدہ کے مطابق تقسیم ہوتا ہے مثلاً آلو، کچالو، لہسن وغیرہ اور جس بیج کی قیمت زیادہ نہ ہو تو وہ کاشتکار کے ذمہ ہوتا ہے، زمین کا مالک اس میں حصہ دار نہیں بنتا، مثلاً گندم، مکئی وغیرہ اس طریقہ زراعت میں زمین سے جتنی پیداوار حاصل ہوتی ہے وہ حسب معاہدہ دونوں کے مابین تقسیم ہوتی ہے۔ مالک زمین کو اپنا حصہ پیداوار مل جاتا ہے اور کاشتکار اپنا حصہ پیداوار گھر لے جاتا ہے۔

(۲) دوسرا طریقہ اجارہ (ٹھیکہ) کا ہے کہ زمین کا مالک کاشتکار سے یہ طے کر دیتا ہے کہ میں تمہیں زمین دیتا ہوں تم سال میں دو یعنی گندم اور مکئی کے فصلوں میں فی کنال اتنی گندم اور اتنی مکئی یا اس کی مروجہ قیمت اجارہ میں دو گے، اس طریقہ کار میں مالکِ زمین کا زمین کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہیں رہتا اور کاشتکار کو مکمل اختیار ہوتا ہے اگر وہ چاہئے تو اس زمین میں گندم اور مکئی کاشت کرے اور اگر چاہے تو کوئی دوسری فصل کاشت کرے، اسی طرح اس کو یہ بھی اختیار رہتا

ہے کہ وہ اس زمین سے سال بھر میں دو فصل لے یا تین یا چار، مالک زمین اس پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا، لیکن اس طریقہ کار میں پیداوار پر جملہ خرچہ چاہیے بیج، کھاد زرعی ادویات کی صورت میں ہو یا زمین کو جوتنے اور اس کی آبپاشی کی صورت میں ہو، سارا خرچہ کاشتکار کے ذمے ہوتا ہے، مالکِ زمین اس میں حصہ دار نہیں ہوتا۔

اور نظامِ عشر میں یہ بات بالکل واضح اور مسلّم ہے کہ عشر کا تعلق پیداوار کے ساتھ ہے، زمین یا فرد کے ساتھ نہیں یہی وجہ ہے کہ عشر کے وجوب کے لئے نہ عقل ضروری ہے اور نہ بلوغ اور نہ زمین کی ملکیت ہے۔ اسی لئے نابالغ، مجنون اور اوقاف کی زمینوں سے جو پیداوار حاصل کیا جائے اس پر بھی عشر واجب ہے:

جیسا کہ علامہ کاسانیؒ نے لکھا ہے: وملک الارض ليس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملک الخارج فيجب في اراضي التي لامالک لها وفي الارض الموقوفة لعموم قوله تعالىٰ يايها الذين امنوا انفقوا من طيبٰت ما كسبتم ومما اخرجنا لكم من الارض واتوا حقه يوم حصاده وقول النبي ﷺ ماسقته السماء ففيه العشر وما سقي بغرب او دالية ففيه نصف العشر ولانّ العشر يجب في الخارج لافي الارض فكان ملک الارض وعدمه بمنزلة واحدة (بدائع ۲/۵۶) تو گویا معلوم ہوا کہ عشر کا تعلق پیداوار سے ہے، زمین یا مالک زمین سے نہیں، بلکہ جس کی ملکیت میں پیداوار چلی جائے اسی پر اس پیداوار کا عشر لازم ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی تقریباً مسلّم اور حقیقت پر مبنی ہے کہ زرعی ترقیات کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ ہوا ہے پہلے زمانے میں جس زمین میں فی کنال ایک، دو من گندم اور ایک دو من مکئی پیدا ہوتی تھی آج اس زرعی اخراجات کی وجہ سے اسی زمین میں فی کنال ۶، ۷ من گندم اور ۶، ۷ من مکئی پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح اس زرعی ترقیات کی وجہ سے آج کل وہ پھل، اور سبزیاں ایسے موسموں میں بازار میں مہیا ہیں جن کا پہلے زمانے میں تصور بھی ممکن نہ تھا تو لازمی بات ہے کہ جس طرح اس زرعی اخراجات کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ ہوا اور پہلے زمانے کے اعتبار سے بے موسم پھل اور سبزیاں وجود میں آئیں تو لازماً اس سے زرمبادلہ بھی اضافہ ہوگا، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ زراعت پر کھاد، زرعی ادویات وغیرہ کی صورت میں جو اخراجات آتے ہیں وہ کل پیداوار کے برابر یا اس سے زیادہ نہیں ہوتے، البتہ بسااوقات ایسا ممکن ضرور ہے مگر اس میں بھی یا تو آسمانی آفات داخل ہوتے ہیں یا وہ خود کاشتکار کی لاپرواہی اور زرعی ادویات کے بروقت استعمال نہ کرنا داخل ہوتا ہے لیکن ایسا ہوتا شاذ و نادر ہے، ہم نے اس بارے میں کئی چھوٹے بڑے کاشتکاروں سے معلومات حاصل کیں، انہوں نے یہی جواب دیا کہ ایسا ہونا شاذ و نادر ہوتا ہے، اسلئے زرعی اخراجات کا منہا کرنا نصوص شروع کے اطلاقی تصریحات کیخلاف ہے۔ اور اسی طرح زرعی ادویات کا قرضہ وجوب عشر سے مانع ہونا بھی درست نہیں۔...... اب جہاں تک وجوبِ عشر کا تعلق ہے کہ کس پر یہ وجوب عائد ہوتا ہے؟ تو لہٰذا بٹائی کے طریقہ

کاشت میں دونوں (زمین کا مالک اور کاشتکار) طے شدہ حصوں کے مطابق پیداوار کے مالک ہوتے ہیں اس لئے اس پیداوار کا عشر بھی دونوں پر لازم ہے۔ چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں فاما علی مذهبهما المزارعة جائزة عندهما والعشر يجب في الخارج والخارج بينهما فيجب العشر عليها (بدائع ۲/۵۲)

اسی کو علامہ شامیؒ نے بھی ترجیح دی ہے' ان المزارعة جائزة عندهما والعشر يجب في الخارج والخارج بينهما فيجب العشر عليهما (شامی ۲/ ۷۵) اور اسی پر ہمارے اکابر اہل علم نے بھی فتویٰ دیا ہے چنانچہ فتاویٰ مفتی محمود میں ہے'

الجواب: مزارعت صحیحہ میں عشر زمیندار اور مزارع دونوں پر بقدر حصص ہے یعنی پیداوار عشر ادا کرنے کے بعد تقسیم کریں گے (فتاویٰ مفتی محمود ۳/ ۲۷۹)

اور احسن الفتاویٰ میں ہے' عشر اور خراج مقاسمہ میں یہ تفصیل ہے کہ مزارعت صحیحہ میں عشر زمیندار اور مزارع دونوں پر بقدر حصص ہے یعنی عشر یا خراج مقاسمہ مشترک طور پر ادا کرنے کے بعد پیداوار کو تقسیم کریں گے (احسن الفتاویٰ ۴/ ۳۴۵) اور اسی طرح آپ کے مسائل اور ان کا حل اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند وغیرہ دیگر فتاویٰ جات میں بھی ہے۔

البتہ اجارۃ (ٹھیکہ) کے طریقہ مزارعت میں چونکہ زمین کی جملہ پیداوار کا مالک کاشتکار ہوتا ہے' زمین کے مالک کو صرف طے شدہ اجارہ گندم' مکئی' یا نقدی کی صورت میں ملتا ہے چاہیے اس وقت زمین میں کچھ بھی کاشت ہوا ہو اس لئے اس پیداوار کا عشر مستاجر (کاشتکار) ہی پر واجب ہونا چاہیے اور یہی حنفیہ میں صاحبین اور ائمہ ثلاثہ (شافعی' مالک' احمد) کا مذہب ہے۔

اگرچہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اجارہ میں پیداوار کا عشر مالکِ زمین پر لاگو ہے' كما في الهندية:
ولو اجر أرضا عشرية كان العشر على الاجر عند ابي حنيفة وعندهما على المستاجر (الفتاویٰ الھندیۃ ۱/ ۱۸۷)

وفي خلاصة الفتاوى: ولو اجر أرضة العشرية كان العشر على رب الارض عند ابي حنيفة وعندهما على المستاجر (۱/ ۲۴۵)

بعض فقہاء احناف نے امام صاحبؒ کے قول کو مفتی بہ کہا ہے۔

كمافي الدار المختار: والعشر على الموجر كخراج موظف وقالا على المستاجر كمستعير مسلم في الحاوي وبقولهما ناخذ علامہ شامیؒ اس کے ذیل میں لکھتے ہیں: قلت لكن افتى بقول الامام جماعة من المتاخرين كالخير الرملي في فتاواه وكذا تلميذ الشارح الشيخ اسماعيل الحائك مفتي دمشق وقال حتى تفسد الاجارة بالشرط خراجها اوعشرها على المستاجر كما في الاشباه وكذا حامد افندي العمادي

وقال في فتاواه قلت: عبارة الحاوي القدسي لاتعارض عبارة غيره فان قاضي خان من اهل الترجيح فان من عادته تقديم الاظهر والاشهر وقد قدّم قول الامام فكان هو المعتمد وافتى به غير واحد منهم زكريا افندى شيخ الاسلام وعطاء الله (ردالمختار۲/۳۳۴)

لیکن اہل تحقیق متاخرین فقہاء کرام نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے' اور اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے' جیسا کہ علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے والعشر على الموخر كخراج موظف وقالا على المستاجر كمستعير مسلم وفي الحاوي وبقولهمانأخذ (الدرالمختار علی صدر والمختار۲/۳۳۴)

اور اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے اکابر علماء کرام نے بھی اسی پر فتاویٰ دیا ہے۔ جیسا کہ علامہ وھبہ زحیلی فرماتے ہیں' وخالفه الصاحبان فقالوا الزكاة على المستاجر لان العشر يجب في الخارج والخارج ملك المستاجر فكان العشر عليه كالمستعير لكن الفتوىٰ على قول الامام وعليه العمل لأنه ظاهر الرواية فان كان ايجاب الزكوة على المستاجر انفع للفقراء وجبت عليه وبه افتى المتاخرون (الفقہ الاسلامی وادلتہ۲/۸۲۰)

اور عزیز الفتاویٰ میں ہے:

الجواب: قول صاحبین کے موافق زمین عشری کا عشر بذمہ مستاجر ہے' في الدارلمختار وقال على المستاجر اور باب العشر میں یہ بھی ہے ویحب مع الدین الخ ان روایات کے موافق عشر پیداوار کا اس پر واجب ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ۱/ ۳۵۸)

اور قاضی عبدالکریم کلاچوی مدظلہ نے لکھا ہے:

الجواب: صاحبین کے قول کے مطابق عشر مستاجر پر ہے اور فتوی پر اسی پر ہے۔ (نجم الفتاویٰ ۲/۳۴۴)

اور فتاویٰ مفتی محمود میں ہے: الجواب: قول صاحبین کے موافق زمین عشری کا عشر بذمہ مستاجر ہے۔

في الدر المختار: وقالا على المستاجر كمستعير مسلم وفي الحاوي وبقولهما ناخذ وفي الشامية فلا ينبغي العدول عن الافتاء بقولهما في ذلك موجودہ زمانہ میں عموماً اجرت کم لی جاتی ہے۔ مستاجر کی آمدنی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے عشر مستاجر پر ہوگا۔ (فتاوی مفتی محمودؒ ج:۳' ص:۲۵۹)

اور فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

الجواب: زمین جو نقد پر کرایہ پر دی' اس کے عشر میں خلاف ہوگا امام صاحب مالک سے سب دلا دیں گے۔ ظاہر ہے صاحبین مستاجر سے سب دلادیں گے یہ ظاہر ہے (تالبقات رشیدیہ ص ۳۶۷)

اور حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے:

الجواب: فی الدار المختار: والعشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولھما ناخذ...... وفی المزارعة ان کان البذر من رب الارض فعلیه ولو من العامل فعلیھما بالحصة۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر زمین کرایہ پر ہے تو بقول مفتیٰ بہ کاشتکار پر ہے اور اگر بٹائی پر ہے اور تخم بھی کاشتکار کا ہے تو زمیندار اور کاشتکار دونوں پر اپنے حصہ کی قدر ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج:۲ص:۶۰)

اسی طرح احکام زکوٰۃ (از مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ میں ہے:

جو زمین کسی کو ٹھیکہ یا مقاطعہ پر معینہ رقم کے معاوضہ میں دی گئی ہو اس کی پیداوار کا عشر ٹھیکہ دار کے ذمہ ہے مالک زمین کے ذمہ نہیں' اور جو بٹائی پر دی جائے اس کا عشر مالکِ زمین اور کاشتکار دونوں پر اپنے حصہ پیداوار کے مطابق ہے۔ (از بہشتی زیور' حکیم الامت تھانویؒ) (احکام زکوٰۃ ص ۱۰۸)

اور اسی طرح اسلام کا نظامِ اراضی میں ہے: اسی طرح ملکیت زمین بھی وجوب عشر کے لئے شرط نہیں اس لئے اراضی وقف جن کا کوئی مالک نہیں ہوتا ان پر بھی عشر لازم ہے' نیز جس شخص کی زمین اپنی نہیں کسی سے بطور عاریت کے لی ہے' یا اجارہ اور کرایہ پر لے لی ہے' اور اس میں زراعت کرتا ہے تو پیداوار کا عشر اسی شخص کے ذمہ ہے جو پیداوار حاصل کرتا ہے مالک زمین کے ذمہ نہیں (اسلام کا نظام اراضی ص ۱۸۹)

اور یہی بات زمانہ حال کے زراعت کے مطابق درست اور صحیح معلوم ہوتی ہے' اور صاحبین کے قول پر فتویٰ دینا زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ نصوص شرع مثلاً ومما اخرجنا لکم الارض واتو احقه یوم حصاده (الایۃ) اور ماسقته السماء ففیه العشر وما سقی بغرب او دالیة ففیه نصف العشر (الحدیث) اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ زراعت میں وجوب عشر کا تعلق پیداوار سے ہے' لہذا پیداوار جس کے قبضہ میں ہو وہی اسی کا مالک ہے اور وہ ہی اسی پیداوار کا عشر ادا کرے گا۔ چونکہ اجارۃ کا طریقہ مزارعت میں پیدوار کا مالک کاشتکار ہوتا ہے مالک زمین کا تعلق تو صرف طے شدہ معاہدہ کے مطابق اجارہ سے ہوتا ہے' اسلئے عشر کی ادائیگی کاشتکار پر لاگو ہے اور یہی بات نصوص شرع کے موافق ہے۔ جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا دار الافتاء اور ناچیز راقم الحروف جامعہ دار العلوم کراچی کی مجلس تحقیق کے طے شدہ فیصلے سے اتفاق کرتا ہے۔

ھذا ماظھر لی واللہ اعلم وعلمه اتم

مختار اللہ حقانی

خادم دار الافتاء وشعبہ تخصص والفقہ جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۱۸/ اگست ۲۰۰۵ء